ہر احمدی پوری سرگرمی سے دعوت الی اللہ کرے

(فرمودہ ۱۴۔ مارچ ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج زیادہ تفصیل کے ساتھ دو امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا۔لیکن میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ چند دن سے حرارت رہتی ہے اور آج جلاب بھی لیا ہے اس لئے میں اختصار سے قادیان والوں کو اور بیرونی احباب کو توجہ دلاتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اپنی مؤمنانہ شان کے مطابق وہ اختصار یا تفصیل کی پرواہ نہیں کریں گے اور اس عہد کے مطابق جو انہوں نے میرے ہاتھ پر کیا ہے عملی طور پر صادق العہد ہونے کا ثبوت دیں گے۔

میں نے رمضان کے دنوں میں بیان کیا تھا کہ معلوم ہوتا ہے رمضان کی وجہ سے احباب نے تبلیغ میں سُستی کر دی ہے کیونکہ جنوری کے مہینہ میں بیعت کرنے والوں کی جو کثرت تھی وہ فروری میں نظر نہ آئی۔ میں خوش ہوں کہ دوستوں نے فوراً ہی اس خطبہ کے شائع ہونے کے بعد اس کمزوری کو محسوس کیا اور تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ شروع کر دی اور اس کے نتیجہ میں معاً بیعت بھی بڑھنے لگی ہے لیکن جہاں مَیں ایک طرف اس بات پر خوش ہوں کہ جماعت کا ایک حصہ خواہ وہ کتنا بھی قلیل کیوں نہ ہو ایسا ہے جو اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اس کی ہر آواز پر لبیک کہا جائے جب چند دنوں کی خاطر ایک ملازم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتا، نہیں کر سکتا یا نہیں کرنا چاہتا حالانکہ ملازمت عارضی اور صرف چند گھنٹوں کے لئے ہوتی ہے تو جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اس کی آواز پر توجہ نہ کرنا کتنی بڑی

کوتاہی ہے کیونکہ بیعت مستقل اور ہر وقت کے لئے ہوتی ہے اور پھر اس کا تعلق صرف اس دنیا سے ہی نہیں بلکہ اگلے جہان سے بھی ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک عورت اپنے خاوند کی بیوی ہو کر یا ایک مرد اپنے کسی عزیز یا قریبی کا بھائی یا دوست ہو کر یا ایک انسان دوسرے کا ملازم ہو کر جس طرح اُس کی آواز پر لبیک کہے اتنا بھی اُس شخص کی بات کی طرف توجہ نہ کی جائے جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور اقرار کیا ہو کہ ہماری ہر چیز تمہارے لئے ہے۔

ہمارے ملک میں ایک مثال ہے کہ ''سَو گز واروں ایک گز نہ پھاڑوں''۔ یعنی زبانی طور پر تو سَو گز سر پر سے قربان کیا جا سکتا ہے مگر جب سچ مچ دینے کا سوال ہو تو ایک گز بھی دینا مشکل ہے۔ اس لئے جس شخص کی بیعت اِس مثل کے مطابق ہو وہ یقیناً بیعت کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی ایسی بیعت سے اس شخص کا تو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ ہاں اگر کسی کی بیعت سے اسے ذاتی فائدہ ہوتا ہو تو البتہ اسے نقصان کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن اگر اس نے ذاتی فائدہ نہ اُٹھانا ہو تو پھر بیعت کرنے والے کی سستی یا کوتاہی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ہر چیز کی احتیاج سے آزاد ہے۔ اگر کوئی نقصان اُٹھا سکتا ہے تو لَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ[1] بُری تدابیر کرنے والوں پر ہی ان کی تدابیر پڑا کرتی ہیں اس لئے وہی نقصان اُٹھا سکتا ہے جو اپنے عہد کی پابندی میں سُستی کرتا ہے۔

پس جہاں مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ بعض افراد جماعت میں ایسے ہیں جو میری آواز سنتے ہی معاً متوجہ ہو جاتے اور کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو خطبہ چھپنے کے بعد جلد ہی تغیر کیوں نظر آتا۔ باہر سے بھی بیعت کے خطوط زیادہ آنے لگے اور قادیان میں بھی طلباء اور اساتذہ کے اندر ایک بیداری پیدا ہو گئی اور وہ اپنے دوسرے کاموں کو چھوڑ کر فرصت کے اوقات میں تبلیغ میں لگ گئے انہوں نے ذاتی اغراض پر دین کو مقدم کر دیا وہاں میں نے محسوس کیا کہ جماعت کی ترقی میں روک درحقیقت ہماری اپنی سستی ہے کیونکہ جب چند آدمیوں کی چند روزہ کوشش سے کامیابی ہو سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ساری جماعت مسلسل کوشش کرے اور کامیابی نہ ہو۔ جو دوست کوشش کرتے ہیں ان کی کامیابی کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ طبائع میں انقلاب پیدا ہو چکا ہے لیکن ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں جس طرح کسی عجیب جگہ میں جانے سے لوگ عام طور پر ڈرتے ہیں اور وہ انتظار کرتے ہیں کہ پہلے جانے والے اندر سے کیا

لے کر آتے ہیں۔ اگر وہ کچھ لے کر نکلیں تو دوسرے بھی اندر جانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر خاموشی سے نکل آئیں تو خیال کر لیتے ہیں کہ اندر ضرور کوئی بلا ہی ہو گی۔ اسی طرح لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ احمدیت میں داخل ہونے والے کیا اثر وہاں سے لیتے ہیں لیکن جب وہ ہماری طرف سے خاموشی دیکھتے ہیں تو خیال کرتے ہیں اگر اندر کچھ ہوتا تو یہ کیوں نہ شور مچاتے۔ اگر کسی جگہ آگ لگنے کی خبر آئے تو وہاں نہ جانے والے دیکھتے ہیں کہ جانے والے کس حالت میں لوٹتے ہیں اگر تو وہ شور مچائیں' ان کی پگڑیاں ان کے گلوں میں پڑی ہوں' انہیں تن بدن کی ہوش نہ ہو اور بے تحاشہ دوڑ رہے ہوں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کوئی بڑا حادثہ ہے۔ لیکن اگر لوگ دو دو چار چار کی ٹولیاں بنا کر اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مزے سے باتیں کر رہے ہوں تو وہ خیال کر لیتے ہیں کہ معمولی آگ ہو گی لوٹا پانی کا ڈال دیا اور بجھ گئی۔

پس لوگ دیکھ رہے ہیں کہ احمدیوں کی کیا حالت ہے اگر گھبراہٹ اور سرگرمی ہو تو وہ سمجھیں گے بات بڑی ہے لیکن اگر احمدی چپکے ہو رہیں تو دوسرے بھی اسے ایک معمولی بات سمجھیں گے۔

ایک زمیندار جو بیعت کر کے احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہے اگر وہ حسبِ دستورِ سابق ہل چلاتا' اپنے جانوروں کو چارہ ڈالتا اور تمام دیگر کام کرتا رہتا ہے احمدی ہونے کے بعد اس میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوتا تو دوسرے یہی خیال کریں گے کہ اسے کوئی غیر معمولی چیز نظر نہیں آئی۔ اگر واقعہ میں ہمارے گھروں میں آگ لگی ہوتی اور یہ امن میں ہوتا تو اس طرح اطمینان سے اپنے کام کاج میں مشغول نہ ہوتا۔ عید کا چاند دیکھ کر ایک بچہ بھی مارے خوشی کے شور مچانے لگ جاتا ہے بلکہ اگر نظر نہ آئے تو بھی بعض لوگ شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھ لیا' دیکھ لیا۔ پھر کون بیوقوف ہے جو مسیح موعودؑ کو دیکھ لے' پہچان لے اور پھر چُپ رہے۔ اگر کوئی چُپ رہتا ہے تو اس کے یہی معنے ہیں کہ اُس نے دیکھا ہی نہیں یونہی جھوٹ موٹ کہہ رہا ہے کیونکہ خوشی یا رنج کی بات دیکھنے کے بعد انسان چُپ رہ ہی نہیں سکتا۔ جس طرح نہر کے دہانے پر بیٹھ کر انسان اسے ہاتھ سے نہیں روک سکتا اسی طرح خوشی کی خبر پر بھی وہ پردہ نہیں ڈال سکتا یا رنج پر خاموش نہیں رہ سکتا اور نبیوں کے ساتھ یہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں۔ ان پر ایمان لانے والوں کے لئے خوشی ہوتی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے رنج۔ اور دنیا میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کو دیکھ کر بھی کوئی خاموش نہیں رہ سکتا تو جہاں دونوں اکٹھی ہوں' خوشی بھی ہو اور غم بھی' زہر بھی موجود ہو اور تریاق

بھی تو پھر ان کو دیکھنے والا کیونکر چُپ رہ سکتا ہے۔

پس لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ احمدیوں کی کیا حالت ہے اور وہ احمدی جن میں نمایاں تغیر اور جوش ہوتا ہے ان کی آواز لوگ فوراً سُنتے ہیں اور پھر قبول بھی کرتے ہیں۔ ایک جگہ خاموشی ہوتی ہے تبلیغ کے متعلق کوئی کام نہیں ہو رہا ہوتا لیکن ایک ایسا شخص دوسری جگہ سے وہاں آتا ہے جس میں اخلاص، جوش اور تقویٰ ہوتا ہے یا انہی میں سے کسی میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے تو لوگ فوراً باتیں بھی سننے لگ جاتے ہیں اور بعض مان بھی لیتے ہیں اور مخالفت بھی شروع ہو جاتی ہے مگر اس سے پہلے وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نئے آدمی کے آنے یا کسی مُردہ میں زندگی پیدا ہو جانے سے ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مُردہ نہیں بلکہ ہم مُردہ ہیں لوگ ماننے سے جی نہیں چُراتے بلکہ ہم منوانے کی کوشش نہیں کرتے۔ دنیا میں کون ایسا بے وقوف ہے جو اچھی چیز دیکھ کر انکار کرے۔ پس اگر کوئی احمدیت کو بُرا سمجھتا ہے تو اس کے یہی معنے ہیں کہ اس پر اچھائی ہم نے ظاہر نہیں کی۔ ایک زمانہ ابتدائی ہوتا ہے اُس وقت لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم کیوں اپنی پہلی حالت کو ترک کریں لیکن جب لاکھوں انسان مان جائیں، جماعت کا رُعب اور وقار قائم ہو جائے، اُس وقت ماننا بہت آسان ہو جاتا ہے اور اِس وقت احمدیت اسی حالت میں ہے۔ پس جہاں مجھے یہ معلوم ہوا کہ جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خلیفہ کی ہر آواز پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہاں یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جماعت کی ترقی ہماری اپنی غفلت اور سُستی کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے۔

اگر قادیان کے رہنے والے ہی پورے اخلاص کا نمونہ دکھائیں تو ضلع گورداسپور میں احمدیت کی پوری پوری کامیابی نہایت آسان امر ہے۔ اس ضلع کے جتنے بڑے بڑے زمیندار ہیں ان میں احمدیت داخل ہو چکی ہے اور زمیندار ہی ہر قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں ان کے ماننے کے بعد دوسروں کا منوانا آسان ہوتا ہے۔ پھر دوسری اقوام کے لوگ بھی احمدی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تحصیل بٹالہ اور تحصیل گورداسپور میں احمدیوں کی کثرت ہے تحصیل شکر گڑھ میں بھی احمدیت آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے، باقی رہی تحصیل پٹھان کوٹ وہ زیادہ تر ہندوؤں کا علاقہ ہے یہ تینوں تحصیلیں جن میں مسلمانوں کی کثرت ہے ان میں احمدیت خوب پھیل چکی ہے۔ اگر قادیان کے دوست اس کی اہمیت سمجھتے ہوئے تبلیغ میں لگ جائیں تو اِس وقت میں ہی جو انہیں

اپنے مقررہ کام کرنے کے بعد آسانی سے مل سکتا ہے یعنی جمعرات کی شام سے جمعہ تک، بہت کامیابی ہوسکتی ہے بلکہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں اگر جمعہ بھی باہر ہی پڑھ لیا جائے کیونکہ یہ جہاد ہے اور ایسی حالت میں قادیان کے جمعہ سے تبلیغ کرتے ہوئے باہر جمعہ پڑھ لینا مقدم ہے۔ اس وجہ سے اگر جمعہ وہاں ہی پڑھ لیا جائے تو حرج نہیں۔ اس سے بھی اچھا اثر ہوسکتا ہے۔ ایک جمعہ وہاں پڑھ لیا اگلے جمعہ کو انہیں ساتھ لے آئے تو اسی طرح یہ ضلع بہت جلد فتح ہوسکتا ہے اسی طرح سیالکوٹ کا ضلع ہے وہاں بھی بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ اس علاقہ میں سب سے کم مبلّغ جاتے ہیں مگر سب سے زیادہ بیعت ہوتی ہے کیونکہ وہاں باہمی رشتہ داروں سے ملنے جلنے سے خود بخود ہی تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔ پھر وہاں اب یہ ڈر نہیں کہ احمدی ہوں گے تو کیا ہوگا بلکہ بعض جگہ یہ خدشہ ہے کہ احمدی نہ ہوں گے تو کیا ہوگا اس لئے اگر سیالکوٹ کے دیہات کے لوگ اپنے اردگرد تبلیغ کریں اور علاقہ پر زور دیں تو بہت جلد ترقی ہوسکتی ہے۔

تیسرا ضلع گجرات ہے۔ ایک زمانہ میں سب سے زیادہ احمدی اس ضلع میں تھے مگر اب یہ تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہے۔ بعض پرانے احمدی فوت ہو گئے اور ان کی اولادیں احمدی نہ رہیں یا ان کو احمدیت سے زیادہ اُنس اور دلچسپی نہ رہی اور آئندہ تبلیغ کی طرف توجہ نہ کی گئی اس لئے یہ ضلع پیچھے رہ گیا۔ اگر اب بھی وہاں کے احمدی اپنا ایک نظام قائم کر کے پھر کام شروع کر دیں تو بہت کامیابی ہوسکتی ہے۔ خدا کے فضل سے وہاں بڑے اثر اور رسوخ والے لوگ ہیں مگر ضرورت ہے کہ ان میں بیداری پیدا ہو۔ ایک تبلیغی انجمن بنائی جائے جو ہمیشہ جلسے کرتی رہے۔ ایک مہینہ ایک تحصیل میں جلسہ ہو اور دوسرے مہینہ میں دوسری میں۔ ہر گاؤں کے سب احمدیوں کا ایسے جلسوں میں شامل ہونا تو مشکل ہے اس لئے صرف نمائندے شامل ہوں۔ اور اگر سال میں ایسے ۱۲ جلسے بھی کرلیں تو یقیناً ان کی مُردنی دور ہو کر ان میں بیداری پیدا ہو جائے اور وہ لوگ جو پہلے احمدی تھے اور اب نہیں رہے یا جن کے والدین احمدی تھے مگر وہ کسی وجہ سے شامل نہیں رہے وہ دوبارہ شامل ہوسکتے ہیں اور ممکن ہے ضلع گجرات اُس پہلے مقام کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ لیکن اگر سُستی اور غفلت کی یہی حالت رہی تو دوسرے اضلاع میں جو بیداری پیدا ہو رہی ہے اسے مدّنظر رکھتے ہوئے مجھے اس کا وہاں ٹِکنا بھی محال نظر آتا ہے جہاں اب ہے۔ بعض لوگ لیٹے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اُٹھا نہیں جاتا۔ بے شک بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بوجہ بیماری اُٹھ نہیں سکتے لیکن

بعض ایسے ہوتے ہیں جو اُٹھ تو سکتے ہیں مگر وہ اُٹھنے کا خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض جماعتیں بیٹھی ہوئی ہیں جو اٹھنے کا خیال نہیں کرتیں حالانکہ اگر وہ خیال کریں تو اُٹھ سکتی ہیں۔ وہ اس کی منتظر رہتی ہیں کہ کوئی مبلّغ جائے اور تبلیغ کرے لیکن یہ نہیں سوچا جاتا کہ اتنے مبلّغ کہاں سے آئیں۔ انہیں خود مبلّغ بننا چاہئے قادیان سے مبلّغ تو کبھی مباحثہ یا ضلع کے جلسہ میں جا سکتے ہیں ورنہ عام تبلیغ ہر جگہ کے لوگوں کو خود کرنی چاہئے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ مقامی مبلّغوں کی باتیں عام طور پر لوگ زیادہ عمدگی سے سمجھتے ہیں۔ سالانہ جلسے پر بعض لوگوں سے جو جلسہ گاہ سے باہر نکلے ہوتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ آپ کیوں آ گئے ہیں تو وہ یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے ساتھ آئے ہیں وہ تقریریں نہیں سمجھ سکتے ہم انہیں سمجھانے کے لئے باہر آئے ہیں۔ پس جب وہ جلسہ کے دنوں میں زیادہ عمدگی سے سمجھا سکتے ہیں تو باقی دنوں میں کیوں نہیں سمجھا سکتے۔ جس زبان سے وہ جلسہ کے دنوں میں سمجھاتے ہیں اُسی سے دوسرے اوقات میں بھی سمجھا سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر دوست اپنی اپنی جگہ تبلیغ کریں تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ اپنے رنگ کا کلام انسان پر بہت اثر کرتا ہے۔ ایک دوست نے سنایا۔ ایک مقام پر ایک غیر احمدی مولوی بہت شرارت کر رہا تھا اُس نے بہت جوش پھیلا رکھا تھا اُس سے مباحثہ کے لئے ایک احمدی مولوی صاحب گئے جنہوں نے ایک احمدی کے ہاتھ جو معمولی لکھا پڑھا تھا شرائط وغیرہ کا متعلقہ رُقعہ بھیجا غیر احمدی مولوی نے سمجھا میں اسے اچھی طرح قابو کر لوں گا اس نے جھٹ قرآن منگوایا اور کہا بتاؤ تم کیوں احمدی ہوئے۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! مجھ سے آپ کیا کہتے ہیں ہمارے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں ان سے بحث کر لیں۔ وہ کہنے لگے تمہارے مولوی کو تو بعد میں دیکھا جائے گا پہلے تم بتاؤ کہ تم کیوں احمدی ہوئے ہو؟ اور جھٹ قرآن کھول کر یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ[۲] کی آیت نکال کر کہنے لگا پڑھو رَافِعُکَ کے کیا معنے لکھے ہیں احمدی نے کہا اُٹھانا لکھے ہیں۔ وہ کہنے لگا پھر تم کس طرح حضرت عیسٰیؑ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہو۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دی کہ قرآن سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اس پر احمدی نے کہا مولوی صاحب! رَافِعُکَ کے معنے تو بے شک اُٹھانا لکھے ہیں لیکن مُتَــوَفِّیْکَ کی ''ف'' کے نیچے کیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا

زیر۔ اُس نے کہا جب زیر نیچے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر کس طرح جا سکتے ہیں وہ تو نیچے ہی رہیں گے۔ اس پر مولوی صاحب نے بہت شور مچایا کہ اس بات کا یہاں کیا تعلق ہے۔ مگر لوگوں نے کہا نہیں مولوی صاحب! اس کا جواب دیں بات بڑی پکّی ہے۔ تو جیسی دلیل اُس مولوی نے دی تھی اُس کا توڑ احمدی نے بھی سوچ لیا۔ تو اپنے جیسے آدمی سے انسان زیادہ سمجھ سکتا ہے۔ ہر جگہ مولویوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر ہو تو ہر فرد کو مولوی بننا چاہئے۔ اگر یہ بات ساری جماعت میں پیدا ہو جائے تو پانچ سات سال میں ہی دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے کیونکہ لوگوں میں بے چینی بہت پیدا ہو چکی ہے دنیا کب تک آنے والے کا انتظار کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ:

> ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نَومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔[۳]

اِس وقت بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے گھبرا کر کہہ دیا ہے کہ کوئی نہیں آئے گا۔ آنے والے کے متعلق سب روایات غلط ہیں لیکن سب لوگ ایسے نہیں ہوتے بلکہ ایسے بھی ہیں جن کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی عزت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مولویوں نے ہمیں دھوکا اور فریب میں رکھا اور خواہ مخواہ اتنا عرصہ انتظار میں گزارا۔ ان کے دل بے چین ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دھوبی کے بیل کی طرح کوئی انہیں جماعت میں داخل کر دے۔ کہتے ہیں ایک دھوبی

ہر روز گھر سے ناراض ہو کر چلا جاتا اس کے رشتہ دار روزا سے منا کر لاتے۔ آخر جب تنگ آ گئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب ہم منانے نہیں جائیں گے خواہ آئے یا نہ آئے۔ ایک دن جب وہ ناراض ہو کر گیا تو اس نے شام تک انتظار کیا کہ کوئی لینے آئے گا لیکن کوئی نہ آیا۔ جب بھوک نے اسے تنگ کرنا شروع کیا تو اس نے بیل کھول دیا۔ بیل چونکہ گھر کا راستہ جانتا تھا اس لئے گھر کی طرف چل پڑا۔ دھوبی نے اُس کی دُم پکڑ لی اور پیچھے پیچھے چل دیا اور ساتھ کہتا جاتا جانے بھی دے میں نے جو کہا گھر نہیں جاؤں گا تُو کیوں خواہ مخواہ مجھے زبردستی لئے جا رہا ہے اور اسی طرح گھر چلا گیا اور جا کر کہنے لگا میں نے آنا تو نہیں تھا لیکن یہ بیل کھینچ لایا۔

تو لاکھوں انسان ہیں جو چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے لئے بیل کی دُم بن جائے کیونکہ وہ شرمندہ ہیں کہ اب کیا کہہ کر جائیں۔ مجھے اپنا ایک رؤیا یاد ہے میری عمر دس گیارہ سال کی تھی بازار احمدیہ کی دُکانیں ابھی نہ بنی تھیں اور مدرسہ احمدیہ بھی نہیں تھا اس جگہ ایک چبوترہ تھا۔ شاید بعض عمارتیں بھی بنی ہوں۔ لوگ یہاں کبڈی کھیلا کرتے تھے میری اُس وقت اتنی عمر تو نہ تھی کہ کبڈی میں شامل ہوسکوں۔ مگر دیکھنے چلا جاتا تھا اور بعض اوقات میرا دل رکھنے کے لئے مجھے بھی شامل کر کے دُور کھڑا کر دیا کرتے تھے۔ میں نے اُس زمانہ میں خواب دیکھا کہ کبڈی ہو رہی ہے ایک طرف غیر احمدی ہیں اور دوسری طرف احمدی اور کبڈی وہ ہے جسے پنجابی میں چھل کہتے ہیں۔ غیر احمدیوں کا جو آدمی آتا ہے احمدی اسے پکڑ کر اپنی طرف ہی رکھ لیتے ہیں حتّٰی کہ صرف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہی رہ گئے۔ آخر وہ بھی ایک دیوار سے لگ کر ایک کونے کی طرف کھسکنے لگے اور ہمارے قریب آ کر کہنے لگے کہ اچھا اب میں بھی اِدھر ہی آ جاتا ہوں۔ اور رؤیا میں بعض اوقات افراد سے مراد جماعت ہوتی ہے۔ اگرچہ مولوی محمد حسین صاحب کو ظاہراً ہدایت نہیں ہوئی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت میں ان کو حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ جماعت کے لوگوں سے ملنے لگ گئے تھے پیغام وغیرہ بھی بھیجتے رہتے تھے اور ایک دفعہ مجھے بٹالہ میں ملے بھی اور کہتے تھے آپ سے تخلیہ میں باتیں کرنی ہیں۔ اس رؤیا میں مولوی محمد حسین سے مراد دراصل ان کی سی طبائع والے لوگ ہیں کہ آخر وہ بھی احمدیت میں داخل ہوں گے لیکن ہمارا فرض ہے کہ انہیں احمدیت میں لانے کی کوشش کریں۔ میں نے جلسہ پر اعلان کیا تھا کہ دوست وعدہ کریں اور اپنے نام لکھائیں کہ سال میں کم از کم ایک احمدی

بنائیں گے۔ وعدہ کرنا بھی مفید ہوتا ہے کیونکہ آدمی کو اس کا خیال رہتا ہے کہ مجھے اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور اسے اس کا پاس ہوتا ہے۔ مگر بہت تھوڑے لوگوں نے وعدے لکھوائے ہیں خصوصاً بڑے بڑے شہروں نے کوئی حصہ نہیں لیا سیالکوٹ، امرتسر، فیروز پور، گجرات، جہلم، پشاور، لاہور، دہلی، ملتان، کراچی وغیرہ مقامات کے لوگوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ کراچی کا وعدہ تو شاید آیا ہے مگر عام طور پر بہت کم لوگوں نے نام لکھوائے ہیں۔ پھر زیادہ تعلیم یافتہ اور با اثر لوگوں نے بالکل توجہ نہیں کی حالانکہ جب تک سب چھوٹے بڑے اس کام میں نہ لگ جائیں پوری کامیابی نہیں ہوسکتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی مجلس میں جب آپ کی طبیعت خراب ہوتی تو آپ فرماتے لوگ اِس وقت چلے جائیں اِس پر کچھ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے۔ پھر آپ فرماتے باقی لوگ بھی چلے جائیں اِس پر پھر کچھ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے۔ آخر آپ فرماتے نمبردار بھی چلے جائیں۔ تو بعض اوقات بعض لوگ سمجھتے ہیں ہم مخاطب نہیں۔ حالانکہ جیسی بیعت دوسرے لوگوں نے کی ہوئی ہے ویسی ہی ان نمبرداروں نے کی ہوتی ہے اور سب کے لئے اپنے اپنے عہد کی پابندی لازمی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ نمبردار اپنے آپ کو مُستثنیٰ سمجھیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے سارے دوست اس طرف توجہ کریں گے۔ چونکہ کسی کام کے لئے حکم دینے پر نگرانی کے لئے انتظام کرنا پڑتا ہے اس لئے میں حکم تو نہیں دیتا مگر پھر بھی میری آواز پر توجہ کرنا ضروری ہے۔ کیا سب کام میرا حکم ہونے پر ہی کئے جاتے ہیں۔ یہاں سرکس آیا بہت لوگ دیکھنے کے لئے گئے اور کوئی ایک بھی اس کے لئے مجھ سے حکم لینے کے لئے نہ آیا پھر کیا وجہ ہے کہ دین کے کام میں حکم کی آڑ لی جائے۔ اگر اپنے شوق سے کام کیا جائے تو سارا ثواب اپنے آپ کو حاصل ہوتا ہے لیکن حکم میں دوسرا بھی ثواب میں شریک ہو جاتا ہے۔ اگر جماعت اس طرف توجہ کرے تو بہت جلد ترقی کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں نے اشتہاروں کا سلسلہ بھی اسی لئے جاری کیا ہے کہ دوستوں کو تبلیغ کے لئے میدان مل جائے اور قریباً ایک مہینہ کے بعد اس کا اثر بھی معلوم ہونا شروع ہوگیا ہے۔ ایک شخص نے تو اشتہار پڑھ کر بیعت کا خط بھی بھیجا ہے بعض نے سوالات لکھ کر بھیجے ہیں اور بعض مقامات سے جو خطوط آ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور میں نے اسی غرض سے یہ سلسلہ شروع کیا تھا تا کہ شور پڑ جائے۔

دوسری بات جس کے متعلق میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ چندوں کی کمی ہے۔ اس کے

موجبات میں سے زیادہ تر زمینداروں کی فصلوں کی تباہی ہے۔قریباً دو تین سال سے زمینداروں پر ایسی مشکلات آ رہی ہیں جس طرح کوئی چکی کے دو پاٹوں میں پیسا جائے اور ان کی مالی کمزوری کی وجہ سے نہ کہ ان کی ایمانی کمزوری سے' قدرتی طور پر چندوں پر اثر پڑا ہے کیونکہ وہ چندے فصل کے حصہ پر ہی دیتے ہیں اگر فصل نہ ہو یا کم ہو تو چندہ میں کمی بھی لازمی ہے۔ زمینداروں کے اس دو سالہ نقصان کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مرکزی فنڈ پر قرضہ بڑھتا گیا ہے۔ اِس وقت ایک لاکھ کے قریب قرض ہے اور تین ماہ کی تنخواہیں ابھی باقی ہیں۔بعض دوسرے بل بھی واجب الاداء ہیں اور بعض بیرونی مشنوں کے تو چھ سات ماہ سے واجب الاداء ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کام کرنے والوں کو پریشانیوں کا سامنا ہو رہا ہے اور بعض اوقات تو ایک مبلّغ کو محض کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے کئی کئی روز باہر نہیں بھیجا جا سکتا اس طرح کام کرنے کی طاقت اور قوت ضائع ہو رہی ہے۔ میں زمینداروں اور ملازموں دونوں کی حالت سے اچھی طرح آگاہ ہوں کیونکہ ہر طبقہ کے لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے رہتے ہیں اور مجھے ان سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔مگر پھر بھی جو کام کرنا ہے وہ آخر کرنا ہی ہے۔اب سال ختم ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آثار ایسے نظر آ رہے ہیں کہ زمینداروں کی حالت میں تغیر ہو جائے گا اگرچہ کوئی اعتبار نہیں ہوتا مگر جن علاقوں سے پہلے خرابیٔ فصل کی شکایات آتی تھیں اب کے نہیں آئیں اور اس لئے امید ہے اِنْشَاءَ اللّٰہُ اب کے اچھی فصل ہوگی۔زمینداروں کو جس طرح مالی کمزوری یکا یک ہو جاتی ہے اسی طرح فصل اچھی ہو جانے سے وہ حالت تبدیل بھی جلد ہی ہو جاتی ہے۔اچھے بھاؤ سے بھی زمینداروں کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن اس سال بھاؤ بھی گرا ہوا ہے۔ میں ان باتوں کا اتنا ماہر تو نہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تاجروں نے جان بوجھ کر بھاؤ گرائے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ غلہ کے تاجر بہت سا غلہ سستا خرید کر ذخیرہ کر لیتے ہیں اور پھر مہنگا ہونے پر فروخت کرتے ہیں۔اب کے چونکہ اگلی فصل اچھی ہے اس لئے انہوں نے پرانا غلہ سستا کر دیا ہے تا کہ ایک تو پرانا غلہ نکال دیں دوسرے نیا بھاؤ گرا کر تازہ غلہ خرید لیں۔ پس اگرچہ اِس وقت بھاؤ گرے ہوئے ہیں لیکن جو کام خدا تعالیٰ کے سلسلہ کے ہیں انہیں کرنا ہی ہے اس لئے میں جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ مالی سال کے ختم ہونے میں جو عرصہ باقی ہے اُس میں بجٹ پورا کرنے کی طرف توجہ کریں تا سلسلہ کے سر سے مالی بوجھ دُور ہو۔ میں نے تبلیغ کی طرف توجہ کرنے کی جو ہدایت کی ہے

وہ مالی لحاظ سے بھی بہت مفید ہے اور بھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ مالی پہلو کے علاوہ تمدنی تکالیف بھی ہمیں درپیش ہیں لیکن اگر جماعت ترقی کر جائے تو یہ سب دُور ہو جائیں گی۔ پس جماعت کو ترقی دینے کے لئے تمہاری کوششیں خواہ وہ مالی ہوں یا جانی بطور بیج ہوں گی جس سے تمہارے اور بھائی پیدا ہوں گے۔ لوگ تو بیج بو کر غلہ لیتے ہیں لیکن تم بھائی لے سکتے ہو۔ دُنیا میں کون ہے جسے قیمتاً بھائی مل جائے لیکن ان چندوں سے جو تم سلسلہ کے لئے دیتے ہو تمہیں بھائی ملتے ہیں اس لئے چندوں کی طرف مزید توجہ کرنی چاہئے۔ ابھی قریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی ہے اِس میں نہ صرف یہ کہ بجٹ پورا کر دیا جائے بلکہ زائد دیا جائے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی بطور بیج ہوتی ہے جو بہت بڑھ کر ملتا ہے اور اگر بڑھ کر نہ بھی ملے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے کوئی بہتر صورت ہمارے لئے سوچی ہوگی کیونکہ وہ وفادار اور سچا یار ہے وہ کسی سے غداری ہرگز نہیں کرتا۔ پس یہ دو نصیحتیں ہیں جو میں اِس وقت کرنا چاہتا ہوں اور جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مالی بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش کرے اور تبلیغ کے ذریعہ جماعت کو ترقی بھی دے۔ اگر جماعت دُگنی ہو جائے تو خاص چندوں کی ضرورت بھی باقی نہ رہے گی اور جُوں جُوں جماعت ترقی کرتی جائے گی مالی بوجھ کم ہوتا چلا جائے گا۔

پیشتر اس کے کہ مجلس شوریٰ اور اس میں ایسی تجاویز سوچوں جن سے یہ مالی پریشانی دور ہو سکے۔ جس کے لئے بہر حال ہمیں خاص قربانیاں کرنی پڑیں گی احباب کو چاہئے کہ بجٹ کو پورا کرنے کے لئے پوری پوری جدوجہد کریں تا سلسلہ کے کاموں میں رُکاوٹ نہ پیدا ہو اور ہمارا قدم تنزّل کی طرف نہ اُٹھے۔ ہمارے سب کام اللہ تعالیٰ کی برکت کو جذب کرنے کا موجب ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اس کی محبت، اخلاص اور انابت میں ترقی کرنے والے ہوں اور تنزّل سے محفوظ رہیں۔

(الفضل ۲۱۔ مارچ ۱۹۳۰ء)

---

۱ فاطر: ۴۴ ۲ اٰل عمران: ۵۶

۳ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۷ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷